

THE STATUS AND IMPORTANCE OF HADITH IN ISLAM (A RESEARCH STUDY)

اسلام میں حدیث کا مقام و اہمیت (ایک تحقیقی جائزہ)

Muhammad Dawood Research Scholar, Dept. of Arabic, Federal Urdu University, Karachi
Qari Badruddin, Chairman, Dept. of Arabic, Federal Urdu University, Karachi.

drqaribadaruddin@hotmail.com, <https://orcid.org/0000-0003-0250-1602>

Aziz-ur-Rehman Saifee, Asst. Prof. Dept. of Arabic, University of Karachi.
aziz.rehman@uok.edu.pk, <https://orcid.org/0000-0003-2324-2718>

ABSTRACT: Nobody can deny this fact that Muslims believe that the Prophet (ﷺ) communicated the religion to the world in two forms, the Holy Qur'an and the Hadith which called Sunnah as well. The contents of the religion are therefore contained in these two sources. The Holy Qur'an is the Book of Allah (سبحانہ و تعالیٰ) and the Hadith is the set of the religious practices including the worship rituals, social customs and etiquette. Just like the Holy Qur'an, the Hadith too was taught by the Prophet (ﷺ) to the entire generation of the Companions who transmitted it to the next generation and it has reached us with the consensus of all the people in each generation of the believers. This generality to generality mode of transfer makes it absolutely authentic like the Holy Qur'an. No doubt is entertained regarding their historical authenticity and no one questions their origin. This status of the Hadith has remained unchallenged and undisputed throughout the centuries. There have been many differences among Muslims in their juristic opinions, but the authority of the Holy Qur'an and the Hadith of the Holy Prophet (ﷺ) was never denied by any jurist. Leaving aside some scattered individuals who separated themselves from the main stream of the Muslim population, nobody has ever refused to accept the Hadith and Sunnah of the Holy Prophet (ﷺ) as a sacred source of the Islamic law. Therefore, in the present article we provide an objective and the importance of Hadith in Islam based on the original sources of Islamic learning.

KEYWORDS: Status of hadith, Importance of hadith, Authentication of Hadith.

حدیث کی لغوی تعریف لفظ حدیث لغوی لحاظ سے قدیم کا ضد ہے، جیسا کہ علامہ سخاویؒ نے فتح المغیث میں فرمایا ہے: ”الحديث: لغة ضد القديم“، علامہ جوہریؒ صاحب صحاح لکھتے ہیں: ”الحديث: لغة حوالا کلام قلیلہ أو کثیرہ“^۱ یعنی باعتبار لغت کے حدیث ہر قسم کے کلام کو کہا جاتا ہے، چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔ مشہور لغوی قاضی ابوالبقاء کے بیان کے مطابق حدیث کا لفظ باعتبار لغت کے اسم ہے، اور تحدیث کے سے نآخوذ ہے، جس کا معنی ہے ”خبر دینا“، لفظ حدیث کو جیسے بھی تبدیل کیا جائے، اس میں خبر دینے کا مفہوم ضرور ہوگا، قرآن کریم ارشاد ہے: ”فلیأتوا بحديث مثله“، اسی طرح سورۃ الزمر میں ہے: ”اللہ نزل أحسن الحديث کتابا متشابہا“^۲۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف اصطلاحی اعتبار سے حدیث کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں، ان میں چند مشہور تعریفیں درج ذیل ہیں:-

علماء اصولیین کے نزدیک حدیث کی اصطلاحی تعریف ”أقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم وأفعاله“^۳ یعنی رسول ﷺ کے اقوال اور افعال کو کہا جاتا ہے، افعال میں تقریر النبی ﷺ بھی داخل ہے، اس تعریف کے مطابق آپ ﷺ کے احوال اختیار یہ تو حدیث کی

تعریف میں داخل ہے، البتہ احوال غیر اختیاریہ والی روایات حدیث سے خارج ہوتی ہیں، جیسے آپ ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ کی ولادت و وفات کا وغیرہ کا بیان، لیکن ان روایات کا حدیث کی اصطلاحی تعریف سے خارج ہونا ان کے حق میں باعث نقص نہیں ہے، کیونکہ علماء اصولیین احادیث سے ”من حیث استنباط الأحکام“ بحث کرتے ہیں، لہذا جن روایات سے کوئی حکم شرعی مستنبط نہ ہو، علماء اصولیین کے نقطہ نظر سے ایسی روایات کا حدیث کی تعریف سے خارج ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔“

علماء محدثین کے نزدیک حدیث کی اصطلاحی تعریف اس کے برعکس حضرات محدثین آپ ﷺ کے احوال اختیاریہ و غیر اختیاریہ میں کوئی فرق نہیں کرتے، اور ان کا مقصد استنباط احکام نہیں بلکہ آپ ﷺ سے منسوب ہر قسم کی روایات کو جمع کرنا مقصود ہوتا ہے، اس لحاظ سے محدثین نے حدیث کی کئی تعریفیں کی ہیں، جن میں سے ذیل دو مشہور تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں:-

پہلی تعریف علامہ بدر الدین عینیؒ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں حدیث کی تعریف یوں کی ہیں:- ﴿فهو علم يعرف به أقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم وأفعاله وأحواله﴾⁴ یعنی حدیث اس علم کا نام ہے، جس کے ذریعے رسول ﷺ کے افعال و اقوال اور احوال پہچانے جاتے ہیں، یہ تعریف احوال غیر اختیاریہ کو بھی شامل ہو گئی، لیکن اس تعریف میں پھر بھی قدرے اختصاص ہے۔

دوسری تعریف علامہ شمس الدین حافظ سخاویؒ نے اس تعریف کو اور عام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿ما ضیف إلى النبي صلی اللہ علیہ وسلم قولاً لا أو فعلاً أو تقريراً أو صفه، حتى الحركات والسكنات في اليقظة والمنام﴾⁵ یعنی ہر وہ قول، فعل، تقریر یا صفت حتی کہ حرکات و سکناات چاہے بیداری کی حالت میں ہو یا حالت نوم میں جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو، اس کو حدیث کہا جاتا ہے۔

حدیث کی وجہ تسمیہ حدیث کو حدیث کہنے کی وجہ اور اس کے معنی لغوی اور معنی اصطلاحی میں مناسبت کے بارے میں عموماً تین قول ذکر کی جاتی ہیں: پہلا قول حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اور حافظ سخاویؒ نے فتح المغیث میں فرماتے ہیں کہ: ”حدیث چونکہ قدیم کی ضد ہے، اس لئے کلام الرسول ﷺ کو کلام اللہ کے مقابلے میں حدیث کہا جاتا ہے۔“⁶ دوسرا قول لفظ حدیث قرآن کریم کی آیت کریمہ ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ سے ماخوذ ہے، یہاں ”نعمت“ سے مراد شریعت کی تعلیم ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جو شریعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے اس سے آپ مخلوق کو آگاہ کیجیے، اور اس مفہوم کو لفظ ”حدیث“ سے تعبیر کیا گیا ہے، اس لیے آپ ﷺ کے اقوال، افعال، تقاریر اور صفات جو درحقیقت بیان شریعت کے لئے ہیں، ان سب پر حدیث کا اطلاق کیا گیا ہے، اسی وجہ سے حدیث کو ”حدیث“ کہتے ہیں۔ تیسرا قول آپ ﷺ کے اقوال، افعال، تقاریر اور صفات پر حدیث کا اطلاق آپ ﷺ کے ارشادات سے ماخوذ ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے خود اپنے اقوال و افعال کے لئے لفظ ”حدیث“ کا استعمال فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿حدثوا عني ولا حرج﴾⁷ یعنی میری طرف سے حدیث بیان کرو، اور اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿من حفظ على أمتي أربعين حديثاً في أمر دينها، بعثه الله فقيهاً، وكنت له يوم القيامة شافعاً وشهيداً﴾⁸ یعنی میری امت میں سے جو شخص دینی احکام سے متعلق چالیس احادیث یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے فقیہ اٹھائے گے، اور بروز قیامت میں اس کے حق سفارشی اور گواہ

ہوں گا، اسی طرح اور دیگر روایات ہیں، جن آپ ﷺ نے اپنے فرمودات کے لئے ”حدیث“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ ان روایات سے یہ بات معلوم ہوئی حدیث کی اصطلاح کوئی نئی اصطلاح نہیں ہے، بلکہ خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، اسی وجہ سے حدیث کو ”حدیث“ کہا جاتا ہے۔

حدیث کی عظمت و مقام قرآن کریم کی رو سے حدیث کے مقام اور مرتبت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ آپ ﷺ منسوب قرآن کریم کی عملی اور قولی تشریح ہے، قرآن کریم کی بہت ساری آیتوں میں رسول ﷺ کی اطاعت کی فرض قرار دے کر سنت کی اہمیت کو اجاگر کر دیا گیا ہے، ذیل میں چند آیتیں بطور نمونہ ذکر کیے جاتے ہیں: ﴿وَمَا كَانَ لِبَطْنِكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رِسْلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرِسْلِهِ وَانْ تَوَمَّنُوا، وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾⁹ ترجمہ: اور وہ ایسا بھی نہیں کر سکتا کہ تم کو (براہ راست) غیب کی باتیں بتا دے، ہاں! وہ (جتنا مناسب سمجھتا ہے، اس کے لئے) اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ لہذا تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو۔ اور اگر ایمان رکھو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو زبردست ثواب کے مستحق ہو گے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرَ لَكُمْ وَانْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾¹⁰ ترجمہ: اے لوگو! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق لے کر آگئے ہیں۔ اب (ان پر) ایمان لے آؤ، کہ تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔ اور اگر (اب بھی) تم نے کفر کی راہ اپنائی تو (خوب سمجھ لو کہ) تمام آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے، اور اللہ علم اور حکمت دونوں کا مالک ہے۔ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾¹¹ ترجمہ (اے رسول! ان سے) کہو کہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کے قبضے میں تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ اب تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو نبی امی ہے، اور جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے، اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تمہیں ہدایت حاصل ہو۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ﴾¹² ترجمہ: مؤمن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانتے ہیں، اور جب رسول کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں شریک ہوتے ہیں تو ان سے اجازت لیے بغیر کبھی نہیں جاتے۔ (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے اجازت لیتے ہیں، یہی وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے دل سے مانتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام لئے تم سے اجازت مانگے تو ان میں سے جن کا چاہو اجازت دے دیا کرو، اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کیا کرو، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ ﴿وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ﴾¹³ ترجمہ: اور یہ (منافق) لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم فرماں بردار ہیں پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد منہ موڑ لیتا ہے۔ یہ (حقیقت میں) مؤمن نہیں ہیں۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ

کثیراً^{۱۴} ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے امید رکھتا ہو، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ ﴿ویطع الله والرسول فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا﴾^{۱۵} ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

ان آیات مبارکہ سے چند امور مستفاد ہوئے:-

نبی اکرم ﷺ کی اطاعت فرض ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ اطاعت آپ ﷺ کے بیان کردہ تشریح و کدول و جان سے ماننے سے ہی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے لئے ہوئے طریقے سے روگردانی، انکار اور اعراض کرنے والوں سے ایمان کی نفی کر دی گئی ہے، یہ بھی سنت کے عظیم مقام اور بلند رتبے کے لئے واضح دلیل ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو تمام مسلمانوں کے لئے ایسا بہترین عملی نمونہ قرار دیا ہے، جو دنیا و آخرت کا میابی کا ضامن ہے۔

آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ کی سنت اور طریقے کو اپنانے سے متعلق بے شمار آیتیں وارد ہوئی ہیں، اور اس کی مخالفت کرنے والوں کے لئے سخت وعیدیں آئی ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضاً قد يعلم الله الذين يتسللون منكم لواذاً فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن يصيبهم فتنه أو يصيبهم عذاب أليم﴾^{۱۶} ترجمہ: (اے لوگو!) اپنے درمیان رسول کے بلانے کو ایسا (معمولی) نہ سمجھو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلا لیا کرتے ہو۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے، جو ایک دوسرے کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔ لہذا جو لوگ اس کے حکم کی خلاف ورزی ہیں، ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نہ اُپڑے، یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آپکڑے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿ومن يطع الله ورسوله ويدخله جنت تجري من تحتها الأنهار ومن يتول بعذبه عذاباً أليماً﴾^{۱۷} ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، تو اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو منہ پھیرے گا، اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر ہمیشہ ہمیشہ کی جنت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کا فیصلہ فرمایا۔

حدیث کی اہمیت و مقام احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے حدیث کی عظمت و مقام ذکر کرنے بعد چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں، جس سے حدیث نبویہ ﷺ کی اہمیت اور مرتبہ روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے: عن زید بن ثابت -رضی

الله عنه۔ أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ﴿نضرا لله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه، وبلغه غيره، فرب حامل فقه ليس بفقيه﴾^{۱۸}۔

عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود- رضى الله عنه- عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ﴿نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه فرب مبلغ أوعى من سامع﴾¹⁹۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش و خرم رکھے، جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے یاد رکھا ہو، اور پھر اسے دوسروں تک پہنچایا ہو، کیونکہ بہت سے پہنچائے گئے لوگ سننے والوں سے زیادہ اس بات کو یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔ ان دونوں احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے احادیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے دعائے خیر فرمایا ہے، اس سے بڑھ کر اس علم کی شرافت اور کیا ہو سکتی ہے۔ عن عبد الله بن مسعود- رضى الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ﴿أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم على صلاة﴾²⁰ یعنی قیامت میں حضور پاک ﷺ کا قرب ان لوگوں کو زیادہ نصیب ہوگا جو آپ ﷺ پر زیادہ درود بھیجنے والے ہوں گے، اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں سے زیادہ آپ ﷺ پر کوئی دوسرا درود بھیجنے والا نہیں ہے۔ عن عبد الله بن عباس- رضى الله عنه- قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: ﴿اللهم ارحم خلفائي، قلنا: يا رسول الله، من خلفاؤك؟ قال: الذين يأتون من بعدي، يروون أحاديثي ويعلمونها الناس﴾²¹ یعنی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میرے خلفاء پر، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا: جو میرے بعد آئیں گے، میری احادیث کو پڑھیں گے، اور لوگوں کو سکھالائیں گے۔

آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم مستقلاً ہے قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں فقط آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے، اور بعض آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حکم کے ساتھ مذکور ہے، مگر وہاں بھی فعل الگ ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم مستقلاً ہے نہ کہ ضمناً و تبعاً، جیسا کہ اولی الامر کی اطاعت کا حکم ضمناً و تبعاً ہے، چنانچہ علامہ ابن قیمؒ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”وقال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾... الخ، فأمر تعالى بطاعته وطاعة رسوله، وأعاد الفعل إعلالاً بأن طاعة الرسول تجب استقلالاً من غير عرض ما أمر به في الكتاب، بل إذا أمر وجبت طاعته مطلقاً، سواء كان ما أمر به في الكتاب أو لم يكن فيه، فإنه أوتي الكتاب ومثله معه، ولم يأمر بطاعة أولي الأمر استقلالاً، بل حذف الفعل وجعل طاعتهم في ضمن طاعة الرسول؛ إيداناً بأنهم إنما يطاعون تبعاً لطاعة الرسول، فمن أمر منهم بطاعة الرسول وجبت طاعته، ومن أمر بخلاف ما جاء به الرسول فلا سمع له وطاعة... الخ“²²

ذیل میں چند آیات کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے:-

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾²³ ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کو حب الہی کا معیار قرار دیا، یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں ہے۔ ﴿مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ وتولى فأرسلناك عليهم حفیظاً²⁴ ترجمہ: جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جو اطاعت سے منہ پھیر لے تو (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾²⁵ ترجمہ آپ فرمادیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾²⁶ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِين﴾²⁷ ترجمہ: اور تم اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور اگر تم نے منہ موڑا تو ہمارے رسول کی ذمہ داری صاف صاف پہنچا دیتا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾²⁸ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحب اختیار ہو، ان کی بھی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

قرآن کریم میں کم و بیش تینتالیس مواضع میں اطاعت نبی ﷺ کا ذکر آیا ہے، اس کے علاوہ بہت سی احادیث میں آپ ﷺ نے اپنی اطاعت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، سارے انبیاء کے سردار و آخری نبی حضور اکرم ﷺ نے بھی قرآن کریم کے ساتھ سنت رسول ﷺ کی اتباع کو ضروری قرار دیا ہے، حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اس بارے میں تو اتر کے ساتھ موجود ہیں، بعض محدثین نے اس عنوان سے مستقل باب قائم کر کے کر بہت سی احادیث ذکر فرمائی ہیں، ذیل چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:- عن أبي هريرة- رضى الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ﴿مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَا اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعِصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي﴾²⁹ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر اطاعت کی گویا کہ اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے امیر کی نافرمانی کی گویا کہ اس نے میری نافرمانی کی۔ عن أبي هريرة- رضى الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ﴿كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى﴾³⁰ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے تمام افراد جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا، آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! دخول جنت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے انکار کیا۔ عن أبي هريرة- رضى الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ﴿مَنْ هَيْبَتْكُمْ عَنْ فَاجِئَتِهِ، وَمَا أَمَرَكُمْ بِهِ فَافْعَلُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ...﴾³¹ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میں تمہیں کسی چیز سے روکو تو اس سے باز آ جاؤ اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس کی تعمیل کرو۔ ﴿عن العراب بن سارية قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم، ثم أقبل علينا بوجه فوعظنا موعظة بليغة زرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال رجل: يا رسول الله، أكان هذه موعظة مودع؟ فأوصنا، فقال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن كان عبداً حبشياً فإنه من يعش منكم بعدى فسيروا كثيراً فليعلم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تسكوا بها وعصوا عليها بالنواجز وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة﴾³² یعنی عراب بن ساریہ سے روایت ہے، انھوں نے یہ بیان کیا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے، اور ایک نہایت موثر خطبہ دیا: جس سے آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور دل کانپ اٹھے۔ مجمع میں سے ایک شخص بولا: حضور، یہ تو ایک وداعی خطبہ معلوم ہوتا ہے تو ہمیں کچھ وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور اپنے صاحب امر کی بات ماننے اور اس کی اطاعت کرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ تمہارا صاحب امر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے، وہ اب اور تب میں بڑا فرق محسوس کریں گے، تو تم میری سنت کی اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرنا، اس کو مضبوطی سے تھامنا اور دانت سے پکڑنا اور دین میں جو نئی باتیں داخل کی جائیں، ان سے خبردار رہنا، کیونکہ ہر ایسی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

عن المقدم بن معديكر الكندي-رضي الله عنه- أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ﴿يوشك الرجل متكئا على أريكته، يحدث بحديث من حديثي، فيقول: بيننا وبينكم كتاب الله -عز وجل-، فما وجدناه فيه من حلال استحللناه وما وجدناه فيه من حرام حرّمناه، ألا وإن ما حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل ما حرم الله﴾³³ یعنی عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی شخص اپنی گدی پر ٹیک لگایا ہوا ہوگا، میری احادیث میں سے کوئی حدیث روایت کرے گا، اور کہے گا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہی کافی ہے، جو اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے، اور جو اس میں حرام پائیں گے، اسے حرام مانیں گے، سنو! بیشک جو چیز اللہ کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے، وہ ایسے ہی ہیں جیسا اللہ نے حرام کیا ہے۔

متعدد آیات اور بے شمار احادیث یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے، اور آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم مستقلاً ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا، اور رسول کی اطاعت جن واسطوں سے ہم تک پہنچی ہے یعنی احادیث کا ذخیرہ، ان پر اگر ہم شک و شبہ کرنے لگیں تو گویا تو ہم قرآن کریم کی ان مذکورہ تمام آیات کے منکر ہیں یا زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز کا حکم دیا ہے، یعنی اطاعت رسول، جو ہمارے اختیار میں نہیں ہے، چنانچہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قرآن کریم کی آیت ﴿وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ...﴾³⁴ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کے بعد اطاعت رسول ﷺ کا حکم دے کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ﷺ کی اطاعت نماز و روزہ کی طرح فرض ہے۔“³⁵

حجیت حدیث حجیت کے معنی استدلال (کسی حکم کو ثابت کرنا) کرنے کے ہیں، یعنی قرآن کریم کی طرح حدیث نبوی سے بھی عقائد و احکام و فضائل اعمال ثابت ہوتے ہیں، البتہ اس کا درجہ قرآن کریم کے بعد ہے۔ گزشتہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ جس طرح ایمان کے معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی ہے، کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے۔ ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی کسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے؛ کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے انکار پر دوسرے کا انکار خود بخود لازم آئے گا، خدائی غیرت گوارا نہیں

کرتی کہ اس کے کلام کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا جائے مگر اس کے نبی کے کلام کو تسلیم نہ کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں صاف صاف بیان فرمادیا: ﴿فَاِنَّهُمْ لَا يَكْذِبُوْنَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِيْنَ بآيَاتِ اللّٰهِ يَحْذَرُوْنَ﴾³⁶ ترجمہ: پس اے نبی! یہ لوگ آپ کے کلام کو نہیں ٹھکراتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کے منکر ہیں، غرضیکہ قرآن کریم پر ایمان اور اس کے مطابق عمل کرنے کی طرح احادیث نبویہ پر ایمان لانا اور ان کے مطابق زندگی گزارنا ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عہدہ دیا کہ آپ کی زبان مبارک سے جس چیز کی حلت کا اعلان ہو گیا وہ حلال ہے اور جس کو آپ ﷺ نے حرام فرمادیا وہ حرام ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اپنے پاک کلام میں بیان فرمادیا کہ قرآن کریم کے پہلے مفسر حضور اکرم ﷺ ہیں، خدائے علیم وخبیر کا ارشاد ہے: ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَلَ اِلَيْهِمْ﴾ ترجمہ: اور ہم نے اتارا آپ کی طرف قرآن؛ تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے خوب واضح کر دیں۔ اس فرمان الہی سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کا مقصد عظیم قرآن محکم کے معانی و مراد کا بیان اور وضاحت ہے، آپ ﷺ نے اس فرض کو اپنے قول و فعل وغیرہ سے کس طور پر پورا فرمایا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسے ایک مختصر مگر انتہائی بلیغ جملہ میں یوں بیان کیا ہے: ﴿كَانَ خَلْقَهُ الْقُرْآنَ﴾ یعنی آپ کی برگزیدہ ہستی مجسم قرآن تھی، لہذا اگر قرآن حجت ہے (اور بلا ریب و شک حجت ہے)، تو پھر اس میں بھی کوئی تردد و شبہ نہیں ہے کہ اس کا بیان بھی حجت ہوگا، آپ نے جو بھی کہا ہے، جو بھی کیا ہے، وہ حق ہے، دین ہے، ہدایت ہے، اور نیکی ہی نیکی ہے، اس لئے آپ کی زندگی جو مکمل تفسیر کلام ربانی ہے آنکھ بند کر کے قابل اتباع ہے، جن کی اطاعت قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لئے لازم اور ضروری ہے، اور حضور اکرم ﷺ کی اطاعت آپ ﷺ کے اقوال و افعال کے مطابق زندگی گزارنا ہی تو ہے، اور آپ ﷺ اقوال و افعال ہمیں ذخیرہ حدیث میں ہی تو ملتے ہیں، اس حدیث کا حجت ہونا و زور و روشن کی طرح عیاں ہیں۔

حجیت حدیث پر قرآن کریم سے مستدلات ذیل میں چند آیتیں ذکر کی جاتی ہیں، جو کہ حجیت حدیث واضح دلائل ہیں: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ﴾ ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾³⁷ ترجمہ: اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی تمام باتیں از قبیل وحی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، صرف فرق یہ ہے کہ ان میں سے بعض کو وحی متلو اور بعض وحی غیر متلو کہا جاتا ہے، چنانچہ امام غزالی لکھتے ہیں: ”الأصل الثاني من أصول الأدلة سنة رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، وسنة رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، وقول - صلى الله عليه وسلم -، حجة؛ لدلالة المعجزة على صدقه ولأمر الله تعالى إيانا باتباعه؛ ولأنه لا ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى، لكن بعض الوحي يتلى، فيسمى كتابا، وبعضه لا يتلى، وهو السنة.“³⁸

﴿هو الذي بعث في الأميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفی ضلال مبين﴾³⁹ ترجمہ: وہی ہے جس نے امی لوگوں میں سے انہی میں ایک رسول کو بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کریں، اور ان کو پاکیزہ بنائیں، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں، جبکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی

ﷺ کے بعثت کے مقاصد میں تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت بیان فرما کر امت پر اس کے عمل کو واجب کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن قیمؒ نے ذکر فرمایا ہے: ”المسألة الثامنة: وحی قول السائل مالحكمة، فيكون عذاب القبر لم يذكر في القرآن مع شدة الحاجة إلى معرفته، والإيمان به ليحذر ويتقي؟ فالجواب منه على وجهين: بجمل ومفصل أما الجمل: فهو أن الله سبحانه تعالى أنزل على رسوله وحيين، وأوجب على عباده الإيمان بهما، والعمل بما فيهما، وهما الكتاب والحكمة، وقال تعالى: ﴿وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾، وقال تعالى: ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾، وقال تعالى: ﴿وَإِذْ كُنَّا مَا بَيْنَ يَدَيْهِ فِي يَوْمٍ نَكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةَ﴾۔ فالكتاب هو القرآن والحكمة هي السنة باتفاق السلف وما أخبر به الرسول عن الله فهو في وجوب تصديقه والإيمان به كما أخبر به الرب تعالى على لسان رسوله، وهذا أصل متفق عليه بين أهل الإسلام لا ينكره إلا من ليس منهم۔۔۔ الخ“⁴⁰

علامہ ابن قیمؒ کی اس پوری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں بعض نہایت ضروری احکام و عقائد کو بھی بیان نہیں کیا، جیسا کہ عذاب قبر کا عقیدہ ہے کہ یہ قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی وحی نازل فرمائے، ایک ”کتاب“ اور دوسری ”حکمت“، اور ”حکمت“ سے مراد سنت نبویہ ﷺ ہے، اور وحی کی یہ دونوں قسمیں قرآن کریم کی کئی آیات سے ثابت ہیں، چنانچہ اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ جس طرح کتاب اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح بلا کسی تفریق کے ”حکمت“ یعنی سنت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعَ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ﴾⁴¹ ترجمہ: اور جس قبلہ پر تم پہلے کاربند تھے، اسے ہم نے کسی اور وجہ سے نہیں، بلکہ صرف یہ دیکھنے کے لئے مقرر کیا تھا کہ کون رسول کا حکم مانتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد سولہ، سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتی تھی، اور صحابہ کرامؓ کو بھی بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم فرمایا، اس کے بعد پھر آپ ﷺ نے کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، جس پر یہودیوں نے اعتراض کیا کہ مسلمان اپنے قبلے میں بھی متردد ہیں، کبھی اس طرف اور کبھی اُس طرف رخ کرتے ہیں، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما کر ان کو جواب دیا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم قرآن کریم میں موجود نہیں ہے، بلکہ صرف آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر کے یہود کو ”سفہاء“ یعنی بے قوف“ کہا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمْ۔۔۔ الخ﴾⁴² اسی طرح جب آپ ﷺ نے غزوہ بنو نضیر میں یہود کے درختوں کو جلانے اور کاٹنے کا حکم دیا، تو یہود نے اس پر شور مچایا کہ مسلمان تو امن کے داعی ہیں، اب اس فساد کاری دیکھو، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تائید میں آیت نازل فرما کر اس فعل کو اپنی طرف منسوب کیا، حالانکہ بظاہر قرآن کریم میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمْهَا قَائِمَةً عَلَى أَوَّلِهَا فَإِنَّ اللَّهَ۔۔۔ الخ﴾⁴³ یہ آیت اس بات کی بین دلیل ہیں کہ حدیث بھی مراد الہی اور اس کی تشریح ہے، جس طرح کتاب اللہ یعنی وحی متلو معتبر اور حجت ہے، بعینہ اسی طرح سنت

رسول ﷺ یعنی وحی متلو بھی قابل حجت، قابل استدلال اور معتبر ہے۔

سنت رسول ﷺ بھی محفوظ ہے جس طرح وحی متلو یعنی قرآن کریم محفوظ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾⁴⁴ ترجمہ: بیشک جس ذکر (قرآن کریم) کو ہم نے نازل کیا ہے تو بلاشبہ اس کی حفاظت بھی ہم خود ہی کریں گے، یہ اعلان و ارشاد فرما کر تاقیامت اس کی حفاظت کی ضمانت دی ہے، اسی رب کریم نے احادیث رسول ﷺ کی بھی حفاظت کا انتظام فرمایا ہے، کیونکہ آیت مذکورہ میں ”ذکر“ کے مفہوم میں جہاں قرآن کریم داخل ہے، وہاں احادیث مبارکہ بھی اس کا مصداق ہیں، اور ان کی بھی حفاظت

کا وعدہ ہے، چنانچہ علامہ ابن حزمؒ نے اس موضوع پر کافی سیر حاصل بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”وقال تعالى: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾، وقال تعالى: ﴿قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُم بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصَّمَّ إِذَا مَا يَنْذِرُونَ﴾، فأخبر تعالى كما قدمنا أن كلام نبى - صلى الله عليه وسلم - كله وحى، والوحي بلا خوف ذكر، والذكر محفوظ بنص القرآن، فصح بذلك أن كلامه صلى الله عليه وسلم كله محفوظ بحفظ الله عز وجل، مضمون لنا، أنه لا يضيع منه شيء إذ ما حفظ الله تعالى فهو باليقين، لاسبيل إلى أن يضيع منه شيء“⁴⁵

علامہ ابن حزمؒ کی اس پوری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے نبی ﷺ کی باتوں کو وحی سے تعبیر فرمایا ہے، اور ظاہر ہے کہ وحی اور ذکر ایک شے ہے، جب اللہ تعالیٰ نے ذکر کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، تو وحی کی حفاظت بھی مسلمات میں سے ہیں، اور جب آپ ﷺ کے اقوال و افعال وحی ہے تو ان کا بھی محفوظ اور مضمون ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

ایک اشکال کا جواب یہاں بعض مستشرقین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ آیت میں ذکر سے مراد صرف قرآن کریم ہے، لہذا اس آیت سے حدیث کی حفاظت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے، اور اس آیت کی بنیاد پر احادیث کو محفوظ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی تشریح رسول اللہ ﷺ کی ذمہ قرار دی ہے، تو لا محالہ آپ کی باتوں کو محفوظ ماننا پڑے گا، وگرنہ قرآن کریم سے انتفاع ناممکن اور باطل ہو جائے گا، اور ایسا ممکن نہیں ہے، لہذا ہمیں لازماً نبی کریم ﷺ کے احادیث کو محفوظ اور مامون ماننا ہو گا۔

امت محمدیہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان اور اس امت کی خصوصیات میں سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے نابغہ روزگار اشخاص پیدا فرمائے، جن کو بیک وقت لاکھوں احادیث سند اور متن دونوں کے ساتھ یاد تھیں، انہوں نے تمام رواۃ حدیث کی تحقیق کر کے صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کر دیا، غلط اور من گھڑت روایت بیان کرنے والوں کی تعیین کر کے امت کے لئے احادیث مبارکہ کا ایک بیش بہا خزانہ، بے مثال اور محفوظ گلدستہ تیار کیا، انہی محدثین عظام کے کاوشوں کے بدولت احادیث مبارکہ کا یہ ذخیرہ محفوظ ہاتھوں سے ہم تک پہنچا ہے، جو ان توں محفوظ ہے، اور ان شاء اللہ تاصح قیامت محفوظ رہے گا۔

انکار حدیث کا فتنہ جب نبی کریم ﷺ دنیا میں مبعوث ہوئے تو دنیا میں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی، اور سب لوگ گمراہی اور ظلمات کے دلدل میں پھسے ہوئے تھے، معمولی معمولی باتوں پر قتل و غارت گری کرنا ان کی عادت بن چکی تھی، نہ کوئی ماں، بہن کا امتیاز تھا، اور نہ ہی اولاد پر رحم کا جذبہ تھا، بلکہ ان کو زندہ درگور کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انسانیت پر رحم فرما کر آپ

ﷺ کو مبعوث فرمایا، اور آپ ﷺ کے ذریعے دینا سے ظلم و شرک کے اندھیروں کو ختم کر کے دنیا میں توحید اور عدل و انصاف کا بول بالا فرمایا، اور انسانیت کو ضلالت اور گمراہی سے نکال کر اپنے خالق حقیقی کی طرف متوجہ فرمایا۔

دین اسلام کی صورت میں مکمل دستورِ حیات عطا فرمایا، جو ہر شعبہ زندگی میں انسان کی راہ نمائی کرتا ہے، اسلامی تعلیمات نے انسانی زندگی کے کسی شعبہ کو تشنہ نہیں چھوڑا، عقائد و ایمانیات کے علاوہ معاملات و معاشرت، لباس و پوشاک، وضع قطع و دیگر شعبہ ہائے زندگی، حتیٰ کہ بشری تقاضوں کی تکمیل تک میں اسلام کا اپنا طریقہ، اپنی تہذیب اور اپنا طرز بود و باش ہے، ایک مسلمان سے اسلام کا تقاضا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی طرز زندگی کا التزام کرے، اور یہ حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات میں یہ جامعیت صرف قرآن مجید سے نہیں آتی، قرآن پاک میں تو زیادہ تر کلی اور اصولی باتوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی جامعیت اسلامی تعلیمات میں جامعیت اور ہمہ گیریت احادیثِ رسول ﷺ سے آئی ہے؛ اگر شریعتِ اسلامی سے احادیثِ رسول ﷺ کو علیحدہ کر لیا جائے تو اسلامی تعلیمات کے ایک بڑے حصہ سے ہاتھ دھونا پڑے گا؛ چوں کہ دستورِ حیات کی حیثیت سے مکمل دین پر عمل نفس کے لیے شاق گذرتا ہے، اس لیے شکوک و شبہات کے مریض اور دشمنان اسلام ہمیشہ اس بات کے لیے کوشاں رہے کہ کسی نہ کسی عنوان سے ذخیرہ احادیث سے دامن چھڑا لیا جائے، اور احادیثِ نبویہ ﷺ کا انکار کیا جائے، جس سے اسلام کی صورت ہی مسخ ہو کر رہ جائے۔

فتنہ انکار حدیث کی ابتداء حدیث سے بے نیازی یا انکار حدیث کا فتنہ آج کی نئی پیداوار نہیں ہے؛ بلکہ نبی رحمت ﷺ نے اپنی حیات ہی میں اس فتنہ کے ظہور کی پیشین گوئی فرمائی تھی؛ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے ”خبردار! عنقریب ایسا وقت بھی آئے گا کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی وہ اپنے تخت پر (بے نیازی کے ساتھ) ٹیک لگائے بیٹھ کر اس کے جواب میں کہے گا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے، ہم صرف اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھیں گے (کسی اور کے کلام کی ہمیں ضرورت نہیں) خبردار! (اچھی طرح سمجھ لو) مجھے کتاب اللہ دی گئی، اس کے ساتھ اتنی ہی مقدار بھی دی گئی ہے (یعنی وحی متلو کے ساتھ وحی غیر متلو بھی ہے)۔“⁴⁶

انکار حدیث کا فتنہ عہد صحابہؓ میں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہی اس فتنہ کا آغاز ہو چکا تھا، چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب (الکفایہ) میں صحابی رسول ﷺ حضرت عمران بن حصینؓ کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے: ”أنه كان جالسا ومعه أصحابه يحدثهم فقال رجل من القوم: لا تحدثونا إلا بالقرآن، فقال له عمران حصين: ادن، فدنا، فقال: رأيت لو وكلت أنت وأصحابك إلى القرآن، أكنت تجد فيه صلاة الظهر أربعاً، وصلاة العصر أربعاً، والمغرب ثلاثاً، تقرأ في اثنتين، رأيت لو وكلت أنت وأصحابك إلى القرآن أكنت تجد الطواف بالبيت سبعاً، والطواف بالصفاء والمروة، ثم قال: أي قوم، خذوا عنا فإنكم والله إن لا تفعلوا لتضلن“⁴⁷ یعنی ایک دفعہ حضرت عمران بن حصینؓ اپنے شاگردوں کے ساتھ تشریف فرما تھے، اور انہیں حدیث رسول ﷺ بیان کر رہے تھے، تو انہی میں سے ایک شخص نے کہا کہ: ہمیں صرف قرآن بیان کرے، حضرت عمران بن حصینؓ نے اس شخص سے فرمایا کہ: اگر تم اور تمہارے ساتھی صرف قرآن کریم کو مانتے

ہوئے احادیث کا انکار کر رہے ہو، تو مجھے تلاؤ قرآن کریم میں ظہر و عصر کی چار رکعات اور مغرب کی تین رکعات، بیت اللہ اور صفاء مروہ کے سات چکر ہونے کا ذکر کہاں آیا ہے؟ پھر حضرت عمرانؑ نے فرمایا: ہم سے یہ حدیث حاصل کر لو، وگرنہ خدا قسم تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ابتداءً دوسری صدی ہجری میں عراق میں اور بعد ازاں تیرہویں صدی ہجری میں برصغیر پاک و ہند میں اس فتنہ کا ظہور ہوا، دوسری صدی ہجری میں اس فتنہ کے بانی خوارج اور معتزلہ تھے۔

منکرین حدیث کا پہلا فرقہ خوارج خوارج کو تاریخ اسلام کا اولین فرقہ شمار کیا جاتا ہے، خوارج کی وجہ تسمیہ ان کا ائمۃ المسلمین اور مسلمانوں کے خلاف خروج کو حلال سمجھنا ہے، اس فرقہ کا بنیادی عقیدہ ہی یہ تھا کہ صرف قرآن کی بات تسلیم کی جائے گی، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حدِ جرم کا انکار کیا، کیونکہ اس کا ذکر قرآن میں نہیں، اسی بنا پر اکثر ائمہ خوارج کی تکفیر کے قائل ہیں۔⁴⁸

در اصل خوارج نے کچھ ایسے غلو آمیز اور انتہا پسندانہ نظریات قائم کر رکھے تھے جن کی بقا انکارِ حدیث کے بغیر ممکن ہی نہ تھی، اس لئے وہ صرف انہی احادیث کو قبول کرتے جو ان کے عقائد کی مؤید ہوتیں اور باقی کا انکار کر دیتے تو اس طرح انکارِ حدیث کا آغاز ہوا۔

منکرین حدیث کا دوسرا فرقہ معتزلہ انکارِ حدیث کے آغاز کے سلسلے میں دوسرے جس فرقے کا نام لیا جاتا ہے وہ معتزلہ ہے، معتزلہ کی وجہ تسمیہ حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول ہے کہ ﴿اعتزل عنا﴾ یعنی وہ (واصل بن عطاء اس فرقہ کا بانی) ہم سے الگ ہو گیا، اس کے الگ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے مرتکبِ کبیرہ کے متعلق حضرت حسن بصریؒ کی اس رائے سے اختلاف کیا تھا جس پر مسلمانوں کا اجماع تھا کہ مرتکبِ کبیرہ مغلد فی النار نہیں ہوگا، چنانچہ واصل اور اس کے ساتھ الگ ہونے والے ”معتزلہ“ کہلائے۔⁴⁹ انہوں نے دراصل یونانی فلسفہ سے متاثر ہو کر عقل کو فیصلہ کن حیثیت دے رکھی تھی، لہذا یہ صرف وہی اسلامی احکامات تسلیم کرتے جو عقل کے تقاضوں پر پورے اُترتے، یوں انہوں نے بھی بہت سی ایسی صحیح احادیث کو رد کر دیا جو ان کے عقائد و نظریات کے خلاف تھیں۔

فتنۂ انکارِ حدیث کے سدباب کے لئے محدثین عظام کی کاوشیں اس فتنہ کے سدباب کے لئے ائمہ محدثین نے پوری جستجو سے تحقیقات پیش کیں، چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، امام بخاریؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، امام غزالیؒ اور امام ابن حزمؒ جیسے جبالِ علم اس کی راہ میں حائل ہو گئے، اور عقلی و نقلی دلائل کے ذریعے اس کی تردید کر کے لوگوں کے ایمان کو بچایا۔

چنانچہ امام اوزاعیؒ، امام مکحولؒ اور یحییٰ بن کثیرؒ وغیرہ فرماتے ہیں: ”القرآن أحوج إلى السنة من السنة إلى الكتاب، والسنة قاضية على الكتاب، وليس الكتاب قاضيا على السنة“⁵⁰ اسی طرح حضرت ایوب سختیانیؒ فرمایا کرتے تھے: ”إذا حدث الرجل بالسنة، فقال: دعنا من هذا، وحدثنا من القرآن، فاعلم أنه ضال ومضل“⁵¹ یعنی اگر کسی شخص سامنے حدیث بیان کی جائے اور وہ آگے سے یہ کہے کہ: مجھے صرف قرآن بیان کرو، تو خوب سمجھ لو کہ وہ شخص خود بھی گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ حضرت حسان بن عطیہؒ فرماتے ہیں: ”کان جبرائیل یزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسنة، كما یزل علیہ بالقرآن“⁵² یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ پر جس طرح قرآن لے کر آتے تھے، اسی طرح سنت (حدیث) بھی لے کر آتے تھے۔

الغرض انکار حدیث کا فتنہ یہ کوئی نیا فتنہ نہیں ہے، بلکہ یہ فتنہ عہد صحابہؓ سے چلتا آ رہا ہے، تیرہویں صدی ہجری میں نظریہ انکار حدیث مزید ترقی ہوئی، اور یہ نظریہ عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا، اور اپنے فرقہ کا نام ”اہل قرآن“ رکھا، اس کا مقصد حدیث سے کلیۃً انکار کرنا تھا، اس کے بعد اس نظریہ کو اسلم جیراج پوری اور پھر غلام احمد پریز نے خوب آگے بڑھایا، اس لئے اس زمانہ میں یہ فتنہ سب سے زیادہ پھیلا، اس لئے ذیل میں ہم منکرین حدیث کے نظریات و شبہات کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

منکرین حدیث کے نظریات منکرین حدیث کے شبہات اور دلائل فاسدہ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے، تو بنیادی طور پر منکرین حدیث کے تین قسم کے نظریات سامنے آتے ہیں: پہلا نظریہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ذمہ صرف قرآن پہنچانا تھا، اطاعت صرف قرآن کی واجب ہے، آپ کی اطاعت من حیث الرسول نہ صحابہؓ پر واجب تھی اور نہ ہم پر واجب ہے، (معاذ اللہ) اور وحی صرف متلو ہے اور وحی غیر متلو کوئی چیز نہیں ہے، نیز قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے حدیث کی حاجت نہیں، ان کا مستدل درج ذیل دو آیتیں ہیں: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾⁵³ ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری ہے، تاکہ وہ ہر بات کھول کھول کر بیان کر دے، اور مسلمانوں کے ہدایت، رحمت اور خوش خبری کا سامان ہو۔ ﴿وَمِمَّا مَن دَابَّةٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٌ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ مَافَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾⁵⁴ یہ دونوں آیتیں اس بات دلیل ہیں کہ قرآن کریم میں ہر چیز کا حل موجود اور بیان موجود ہے، اب اگر احادیث بھی حجت بن جائیں تو اس سے اس آیت کی مخالفت لازم آئیگی، تو محالہ ماننا پڑے گا کہ حجت صرف قرآن ہے، اور احادیث حجت نہیں ہے، نیز قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے احادیث کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

پہلے نظریہ کی تردید۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن کریم میں صرف اصول دین اور احکام کے بنیادی قواعد موجود ہیں، البتہ بعض تفصیلی ہیں اور بعض اجمالی، اجمال کے تشریح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی طرف مفوض ہے، تو جو احکام آپ ﷺ کی سنت یا اجماع اور قیاس سے ثابت ہیں، ان کا اصل اور اساس قرآن مجید میں موجود ہے، تو احادیث کی حجیت اور قرآن کریم کا ”تبیاناً لکل شیء“ ہونے میں کوئی تضاد نہیں ہے، چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ”فلیست تنزل بأحد من أهل دین الله نازله، إلا وفي کتاب الله الدلیل علی سبیل الہدی“⁵⁵

۲۔ صرف قرآن کو واجب الاطاعت سمجھ کر پیغمبر کی اطاعت کی نفی کرنا خود نص قرآن کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن کریم میں بار بار اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے؛ جگہ جگہ ﴿اطیعوا اللہ﴾ کے ساتھ ﴿اطیعوا الرسول﴾ کا ذکر ہے، اور ماقبل میں دلائل سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم مستقلاً ہے، آپ ﷺ کی اطاعت من حیث الرسول ﷺ صحابہؓ پر بھی واجب تھی، اور تاقیامت تمام مسلمانوں پر بھی واجب ہے، سورہ نساء میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور آپ کے ارشادات کے واجب الاتباع ہونے کا تذکرہ دو ٹوک انداز میں کیا گیا ہے، اور جو ایسا نہ کرے اس کے ایمان کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوا بِمَا يَشَاءُ رَبُّهُمْ﴾⁵⁶ ترجمہ :

قسم ہے آپ کے رب! کی یہ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں، ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں، اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کریں۔ اس آیت مبارکہ سے صاف واضح ہے کہ آپ ﷺ کے احادیث کی اطاعت نہ صرف واجب بلکہ مدار ایمان ہے۔

۳۔ انبیاء اور رسول کی حقیقت صرف پیغام رساں کے نہیں ہے، بلکہ پیغمبر شائع اور کتاب الہی کا شارح ہوتا ہے، پیغمبر کی شرح و وضاحت کے بغیر کتاب الہی کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ممکن نہیں، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾⁵⁷ ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا، تاکہ آپ جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اسے کھول کھول کر بیان کریں، ”تبیین کتاب“ کے علاوہ تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفس بھی آپ کے فرائض منصبی میں سے ہے؛ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ﴾⁵⁸

اب اگر آپ کے ارشادات اور احادیث کو حجت نہ مانا جائے تو پھر کتاب اللہ کی تشریح اور کتاب و حکمت ک و سمجھنا ناممکن اور محال ہے۔ ۴۔ قرآن میں سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اقوال و ارشادات بکثرت ذکر کئے گئے ہیں؛ پھر ان انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت کو ان کی اقوام کے لیے واجب قرار دیا گیا، اور نہ ماننے والوں کو عذاب کی دھمکی دی گئی؛ اگر انبیاء کے اقوال اور خود انبیاء واجب الاتباع نہ ہوتے تو ان کی بات نہ ماننے والوں پر عذاب کیوں نازل کیا جاتا؟

دوسری بات یہ بھی ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام پر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان کی تعداد بہت کم ہے، باقی بیشتر انبیاء علیہم السلام پر کوئی آسمانی کتاب نازل نہیں ہوئی، ایسے میں اگر ان کے ارشادات و اقوال بھی حجت نہ رہیں تو پھر ان کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

۵۔ احادیث رسول ﷺ کا اس لیے بھی حجت ہونا ضروری ہے کہ قرآن میں عموماً ہر شعبہ سے متعلق صرف بنیادی اصولوں پر اکتفا کیا گیا ہے، تفصیلات سے تعرض نہیں کیا گیا؛ حتیٰ کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے اسلامی ارکان کی بھی تفصیلات مذکور نہیں، اگر احادیث حجت نہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت واجب الاتباع نہ ہو تو پھر اسلام پر عمل ہی ناممکن ہے۔

۶۔ جہاں تک وحی غیر متلو کے انکار کا تعلق ہے، تو یہ بھی خود قرآنی وضاحتوں کے خلاف ہے، کیونکہ قرآنی آیات خود وحی غیر متلو کی

شہادت دیتی ہیں، چنانچہ سورہ بقرہ میں تحویل قبلہ کے ضمن میں ارشاد ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعَ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبِهِ﴾⁵⁹ آیت میں جس قبلہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد ”بیت المقدس“ ہے، ”جَعَلْنَا“ کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ: بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم اللہ نے دیا تھا؛ جب کہ پورے قرآن میں کہیں یہ حکم نہیں ملتا، جس کا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ یہ حکم اللہ نے وحی غیر متلو کی شکل میں دیا تھا، اس قسم کی دسیوں آیات پیش کی جاسکتی ہیں۔

۷۔ ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُلِمَ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا﴾ اس آیت میں ارسال رسول کے علاوہ ”وحیا“ ایک مستقل قسم ذکر کی گئی، یہی وحی غیر متلو ہے۔⁶⁰

دوسرا نظریہ دوسرا نظریہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات صحابہ پر توجہ تھی، لیکن ہم پر حجت نہیں۔ دوسرے نظریہ کی تردید منکرین احادیث کا دوسرا نظریہ بدیہی البطلان ہے، کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت صرف عہد صحابہ تک مخصوص تھی (معاذ اللہ)، یہ نظریہ خود قرآن کریم کی آیات سے مسترد ہو جاتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ایک سے زائد مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے رسول قرار دیا گیا ہے، آپ کی کتاب کو ساری انسانیت کے لیے ہدایت اور خود آپ کو ساری انسانیت کے لیے رحمت قرار دیا گیا، چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾⁶¹ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾⁶² ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾⁶³ ﴿بَارِكْ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾⁶⁴ حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں: ”بنیادی سوال یہ ہے کہ فہم قرآن کے لئے تعلیم رسول ﷺ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو نبی کیوں بھیجا گیا؟ اور اگر ہے تو یہ عجیب معاملہ ہے کہ صحابہؓ کو تو تعلیم رسول ﷺ کی حاجت ہو اور ہمیں نہ ہو، حالانکہ صحابہؓ نے نزول قرآن کا خود مشاہدہ کیا تھا، اسباب نزول سے پوری طرح واقف تھے۔“⁶⁵ اس معلوم ہوا کہ تعلیم رسول ﷺ کی ہمیں صحابہؓ سے زیادہ ضرورت ہے۔

تیسرا نظریہ منکرین احادیث کا نظریہ جو عموماً ان کی طرف سے پیش کیے جانے والے اعتراضات میں مضبوط اعتراض سمجھا جاتا ہے، وہ یہ کہ احادیث رسول حجت ضرور ہیں؛ لیکن وہ ہم تک قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں، اس لیے ہم انہیں ماننے کے مکلف نہیں ہیں۔ تیسرے نظریہ کی تردید عموماً منکرین حدیث اس نظریہ کو بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کرتے ہیں، لیکن یہ نظریہ جس شدت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، اتنا ہی بودا اور بے بنیاد ہے، اس نظریہ کی تردید میں چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں: ۱۔ اگر اس نظریہ کو درست مان لیا جائے، تو پھر قرآن سے بھی نعوذ باللہ کنارہ کشی اختیار کر لینی پڑے گی، اس لیے کہ قرآن کریم جن واسطوں سے ہم تک پہنچا ہے، انہی واسطوں سے احادیث رسول ﷺ بھی پہنچی ہیں، جیسا کہ یہ بات گزر چکی ہے کہ قرآن کریم سے حفاظت احادیث کا کھلا ثبوت ملتا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ میں قرآن مجید کی حفاظت کا جو ذمہ لیا گیا ہے، اس میں حفاظت احادیث بھی داخل ہے، اس لیے کہ حفاظت قرآن کا مطلب صرف الفاظ قرآن کی حفاظت نہیں، بلکہ معانی قرآن اور تشریحات و مطالب قرآن بھی اس میں شامل ہیں، پھر غور کرنے کی بات ہے کہ جب آپ نے احادیث کے واجب الاتباع ہونے کو تسلیم کر لیا تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ احادیث محفوظ ہیں، ورنہ خدا تعالیٰ بندوں پر ایسی چیز کیسے ضروری قرار دیں گے جو ان کے بس سے باہر کی ہے۔

۲۔ احادیث رسول ﷺ کس قدر محفوظ ہیں، اس کا اندازہ تاریخ تدوین حدیث سے لگایا جاسکتا ہے، احادیث کو ناقابل اعتبار قرار دینے کے لیے منکرین حدیث کی جانب سے یہ پروپاگنڈہ کیا جاتا ہے کہ احادیث کی تدوین تیسری صدی ہجری میں عمل میں آئی، عہد رسالت اور عہد صحابہ میں حفاظت حدیث کا اہتمام نہیں کیا گیا، جب کہ یہ بات سراسر خلاف حقیقت ہے، تدوین حدیث پر لکھی گئی

کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ ہی سے حفاظت حدیث کا اہتمام ہوتا آرہا ہے، عہد رسالت اور عہد صحابہ میں حفاظت حدیث کے تین طریقے رائج تھے: 1- حفظ 2- تعامل 3- کتابت پہلا طریقہ حفظ سب سے پہلے تو صحابہ کرام کی بڑی تعداد صحبت نبوی ﷺ میں رہ کر آپ کے ارشادات کو ذہن میں محفوظ کرتی تھی، عربوں کو اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا تھا، دور جاہلیت میں وہ ہزاروں اشعار زبانی یاد رکھتے تھے، معمولی اشعار کا جب یہ حال تھا، تو احادیث رسول ﷺ، جو دین کا سرچشمہ ہیں کس قدر اہتمام سے یاد کئے جاتے ہوں گے؟ جبکہ حضور ﷺ اپنے ارشادات کے ذریعہ آپ کی باتوں کو یاد رکھنے، اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے، چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بکثرت احادیث یاد رکھا کرتے تھے۔ دوسرا طریقہ تعامل دوسرا طریقہ تعامل کا تھا، یعنی آپ کے ہر ارشاد کو عملی جامہ پہنا کر محفوظ کر لیا جاتا تھا، صحابہ جانتے تھے کہ نبی کا ہر قول و فعل واجب الاتباع ہے، پھر انہیں نبی کریم ﷺ سے حد درجہ محبت تھی، چنانچہ وہ آپ کی ہر بات کو عملی زندگی کا جز بنادیا کرتے تھے اور کسی بھی چیز کو محفوظ کرنے کا یہ ایک نہایت مؤثر طریقہ ہے۔ تیسرا طریقہ کتابت تیسرا طریقہ کتابت حدیث کا تھا، نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں محدود پیمانہ پر ہی سہی، احادیث کے لکھنے کا طریقہ بھی رائج تھا، بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین متفرق طور پر احادیث کو لکھوایا کرتے تھے؛ بعض صحابہ اپنے شخصی صحیفہ میں محفوظ کیا کرتے تھے؛ چنانچہ عہد صحابہ میں احادیث کے کئی مجموعے ذاتی ڈائری کی نوعیت کے پائے جاتے تھے، مسند احمد کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ جو احادیث نوٹ کرتے تھے اس کا نام ”الصحیفۃ الصادقہ“ رکھا تھا، حضرت عمر کا صحیفہ ان کی تلوار کی نیام میں رہتا تھا، جس میں دیات اور قصاص وغیرہ سے متعلق احادیث درج تھیں، صدقات اور عشر وغیرہ سے متعلق جو احادیث خود حضور ﷺ نے املا کروائی تھیں، ان کے مجموعہ کو ”کتاب الصدقہ“ کہا جاتا تھا، اسی طرح صحیفہ ابن عباسؓ، صحیفہ جابر بن عبداللہؓ، صحیفہ سعد بن عبادہؓ اور دیگر صحابہؓ کے صحف ملتے ہیں۔

منکرین حدیث کا ایک بے بنیاد اعتراض منکرین حدیث، مسلم شریف کی ایک حدیث کو بنیاد بنا کر عہد رسالت میں کتابت حدیث کی نفی کرتے ہیں، مسلم شریف کی حدیث ہے: ”لَا تَكْتُبُوا عَنِّي وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَحْ“⁶⁶، لیکن وہ اس پر غور نہیں کرتے کہ یہ بات آپ نے کس سیاق اور کن حالات میں فرمائی تھی؟ یہ بالکل ابتدائے اسلام کی بات تھی، جب قرآن ابھی نازل ہو رہا تھا اور پورے طور پر ایک نسخہ میں مدون نہیں ہوا تھا، متفرق طور پر صحابہ کرامؓ کے پاس لکھا ہوا تھا، اور صحابہؓ خود پورے طور پر اسلوب قرآن سے آشنا نہیں تھے، تو آپ نے کتابت حدیث کی ممانعت اس لیے فرمائی کہ کہیں کہ وہ قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں، لیکن جب یہ خطرہ ختم ہوا تو آپ نے نہ صرف کتابت حدیث کی اجازت دی، بلکہ اس کی تلقین فرمائی۔

منکرین حدیث کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت کرنے والی حدیث کو تو بڑی فراخ دلی سے قبول کرتے ہیں، لیکن ان

حدیثوں کو خاطر میں نہیں لاتے جن سے احادیث کی کتابت کی ترغیب ثابت ہوتی ہے، سنن ابی داؤد اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ”میں رسول اللہ ﷺ سے سنی گئی ہر چیز لکھ لیا کرتا تھا، قریش کے لوگوں نے مجھے منع کیا، اور کہنے لگے کہ تم حضور ﷺ سے سنی گئی ہر چیز قید تحریر میں لاتے ہو، حالانکہ حضور ﷺ بھی انسان ہیں، آپ دورانِ گفتگو کبھی خوش رہتے ہیں، کبھی غصہ میں۔ قریش کے کہنے پر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور نبی کریم ﷺ کے سامنے سارا واقعہ رکھا تو آپ نے اپنی انگلی سے زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لکھو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے!

میری زبان سے ہمیشہ حق ہی نکلتا ہے۔“⁶⁷

اختتامیہ بہر حال تفصیل مذکور سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ منکرین حدیث کے شبہات و دلائل ”ہباء منثوراً“ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ہے، اور آپ ﷺ کے احادیث واجب العمل اور مدار ایمان ہے۔ و صلی اللہ علی النبی الکریم

حوالہ جات

- 1- مدرس ترمذی، شیخ الاسلام محمد تقی عثمانی، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۲۰۰۵، ج: ۱، ص: ۱۷
- 2- علوم الحدیث، للدکتور صبحی صالح، اسلامی اکادمی لاہور، ۲۰۰۳، ج: ۱، ص: ۱۸
- 3- درس ترمذی، ج: ۱، ص: ۱۸
- 4- عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، العلامة أبو محمد محمود بن أحمد العینی، دار احیاء التراث، بیروت، ۱۹۹۹، ج: ۱، ص: ۱۱
- 5- فتح المغیث بشرح ألفیۃ الحدیث، العلامة شمس الدین السخاوی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۵، ج: ۱، ص: ۲۲
- 6- تدرب الراوی، العلامة جلال الدین السیوطی، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲۰۰۰، ج: ۱، ص: ۲۴
- 7- صحیح مسلم، الامام أبو الحسین مسلم بن حجاج القشیری، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۹۰، ج: ۲، ص: ۴۱۲
- 8- مشکوٰۃ المصابیح، العلامة ولی الدین أبو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ التبریزی، مکتبۃ رحانیہ لاہور، ۲۰۰۳، ج: ۱، ص: ۳۴
- 9- سورۃ آل عمران، آیت: ۱۷۹
- 10- سورۃ النساء، آیت: ۱۷۰
- 11- سورۃ الأعراف، آیت: ۱۵۸
- 12- سورۃ النور، آیت: ۶۲
- 13- سورۃ النور، آیت: ۴۷
- 14- سورۃ الأحزاب، آیت: ۲۱
- 15- سورۃ النساء، آیت: ۶۹
- 16- سورۃ النور، آیت: ۶۳
- 17- سورۃ الفتح، آیت: ۱۷
- 18- جامع بیان العلم وفضلہ، للعلامہ عبد البر، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۵، ج: ۱، ص: ۱۷۵
- 19- اِیضاً
- 20- سنن ترمذی، الامام أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی البوغی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۹۰، ج: ۱، ص: ۱۱۰
- 21- مجمع الزوائد، کتاب العلم، علی بن أبی بکر الہیثمی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۱، ج: ۱، ص: ۱۲۶
- 22- إعلام الموقعین عن رب العالمین، العلامة ابن القیم، مکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۲۰۰۳، ج: ۱، ص: ۳۸
- 23- سورۃ آل عمران، آیت: ۳۱
- 24- سورۃ النساء، آیت: ۸۰

- 25۔ سورة آل عمران ، آیت: ۳۲
- 26۔ سورة محمد، آیت: ۳۳
- 27۔ سورة التغابن، آیت: ۱۲
- 28۔ سورة النساء، آیت: ۵۹
- 29۔ أخرجه البخاري، رقم الحديث: ۷۱۳۷، ومسلم، رقم الحديث: ۱۸۳۵
- 30۔ أخرجه البخاري، رقم الحديث: ۲۸۰
- 31۔ أخرجه مسلم، رقم الحديث: ۱۳۳۷
- 32۔ سنن أبي داود، أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني، قديمي كتب خانہ، ۱۹۹۰، ج: ۲، ص: ۲۷۹، وسنن ترمذی، ج: ۲، ص: ۳۸۳
- 33۔ سنن ابن ماجہ، الامام ابن ماجہ ابو عبد الله محمد بن يزيد القزوينی، قديمي كتب خانہ، ۱۹۹۰، ج: ۱، ص: ۶
- 34۔ سورة النور، آیت: ۵۶
- 35۔ السنة النبوية ومكانتها في ضوء القرآن الكريم، العلامة السيد محمد يوسف البنوري، المكتبة البنورية، كراچی، ۲۰۰۳، ص: ۳۸
- 36۔ سورة الأنعام، آیت: ۳۳
- 37۔ سورة النجم، آیت: ۳
- 38۔ المستصفی، الامام الغزالی، مكتبة دارالارقم، بيروت، ۲۰۰۲، ج: ۱، ص: ۱۰۳
- 39۔ سورة الجمعة، آیت: ۲
- 40۔ الروح، للعلامة ابن القيم، مكتبة دارالكتب العلمية، بيروت، ۲۰۰۵، ج: ۱، ص: ۷۵
- 41۔ سورة البقرة، آیت: ۱۴۳
- 42۔ سورة البقرة، آیت: ۱۴۲
- 43۔ سورة الحشر، آیت: ۶
- 44۔ سورة الحجر، آیت: ۹
- 45۔ الإحكام في أصول الأحكام ، لابن حزم، مكتبة دارالكتب العلمية، بيروت، ۲۰۰۱، ج: ۱، ص: ۱۲۱
- 46۔ مشکوٰۃ المصابيح، ج: ۱، ص: ۲۹
- 47۔ حجية السنة ودحض الشبهات التي حولها، للدكتور محمود بن احمد الطحان، دارالبشائر، قاهره، ۲۰۱۱، ج: ۱، ص: ۴۳
- 48۔ الخواارج، لشيخ ناصر بن عبد الكريم العقل، مكتبة دارالكتب العلمية، بيروت، ص: ۲۸
- 49۔ اعتقاد أئمة الحديث، لأبي بكر اساعيل، مكتبة العصرية، بيروت، ۲۰۱۲، ص: ۶
- 50۔ حجية السنة ودحض الشبهات التي حولها، للدكتور محمود بن احمد الطحان، ج: ۱، ص: ۳۱
- 51۔ أيضًا
- 52۔ أيضًا
- 53۔ سورة النحل، آیت: ۸۹
- 54۔ سورة الأنعام، آیت: ۳۸
- 55۔ تفسير الإمام الشافعي، ج: ۱، ص: ۹۹۱
- 56۔ سورة النساء، آیت: ۶۵
- 57۔ سورة النحل، آیت: ۴۴
- 58۔ سورة الجمعة، آیت: ۲
- 59۔ سورة البقرة، آیت: ۱۴۳
- 60۔ درس ترمذی، ج: ۱، ص: ۲۷
- 61۔ سورة الاعراف، آیت: ۱۵۸
- 62۔ سورة السبا، آیت: ۲۸
- 63۔ سورة الانبياء، آیت: ۱۰۷
- 64۔ سورة الفرقان، آیت: ۱

⁶⁵ - درس ترمذی، ج: ۱، ص: ۳۲

⁶⁶ - صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب التثبیت وحکم کتابہ العلم، ج: ۲، ص: ۲۱۳

⁶⁷ - سنن أبي داود، ج: ۲، ص: ۵۱۳